قانون وضعی میں مقدمات کی تحدید کے قانون کا علمی و تحقیقی جائزہ قانون اسلامی کے تناظر میں

Limitation Clauses in Conventional Law: A Critical Analysis from Islamic Law Perspective

ڈاکٹر محمد ناصر*

ڈاکٹر نجیب زادہ**

Abstract:

Islam accepts the difference in human nature which can lead to disputes of many types in daily life. However, Islam does not want such disputes to disturb the harmonious structure of a Muslim society. Therefore, it has prescribed a well-organized judicial system in order to resolve the arising disputes. In conventional law, a claim/petition/plaint is restricted in terms of the time within which it can be filed. Once such time period lapses and the aggrieved party fails to file its claim without any justifiable reason, it loses the right to file claim. This is referred as a limitation clauses from conventional law perspective. However, being a separate legal system with its own solid principles, Islamic law may approach time limitation issue differently from its conventional counterpart. In this article, we critically evaluate the issue of time limitation from Islamic law perspective and we highlight the main differences in these two systems.

....

*لیکچرر شعبہ اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج پشاور

**لیکچرر شعبہ اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج پشاور

تمہید

انسان اللہ تبارک وتعالی کی قدرت کاملہ کا شاہکار ہے اس کے علم، رنگ، زبان، نسل، اور مزاج کا تنوع اس کی ذات پاک کا تعارف ہے- مزاج کے تنوع کی وجہ سے باہمی اختلافات کا جنم لینا فطری امر ہے- کمزور اور محکوم کے حق کا استحصال روز اول سے ہی طاقت ور کا وطیرہ رہاہے جو معاشرے میں ہیجانی کیفیت رونما کرنے کے ساتھ ساتھ فساد کا سبب ہے جو اللہ تعالی کو ناپسند ہونے کے ساتھ مسلمانوں کی پستی کا ذریعہ ہے- مظلوم کی داد رسی اور امن عامہ کی بہتری کی خاطر عدلیہ کی طرف رجوع کا حکم دیا گیاہے اور بعض مقدمات تو ایسے ہیں کہ ان میں عدلیہ کی رجوع کرنے کے علاوہ تصفیہ ممکن ہی نہیں جو اس کا غماز ہے کہ دعوے کی مشروعیت ذاتی نہیں بلکہ تنازعات کے سدباب کی وجہ سے ہے- موجودہ دور میں عدالتی نظام کے نظم وضبط کی بحالی کے لیے تحدید کا قانون لاگو کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مقررہ مدت کے گزر جانے کے بعد حق کے حصول کے لیے عدالت کی طرف رجوع کرنا ممنوع ہو گا جس کا مقصد حق دار کو حق کے لیے بیدار کرنا ہوتا ہے- اس قانون کے لاگو ہونے سے معاشرے میں اسلامی نکتہ نظر سے مختلف سوالات نے جنم لیا، مثلا دعوے کے لیے تحدید جائز ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس وجہ سے ؟ مقررہ مدت میں دعوی دائر نہ کرنے کی صورت حق باطل ہو گا یا نہیں ،اور اس قانون سے ناواقف شہری کا حکم کیا ہو گا؟ چنانچہ زیر نظر مضمون میں انہی ابحاث کا علمی و تحقیقی جائزہ شرعی قانون کے تناظر میں لیکر نتائج قلمبند کرنے کی کوشش کی گئی ہے

اسمیں کوئی شک نہیں اسلام امن سلامتی راواداری کا مذہب ہے اور عالمگیر مذہب ہونے کے ناطے اس کے قوانین میں ہمہ گیریت پائی جاتی ہے اور حقوق کے سلسلے میں چھینا جھپٹی اور جنگ وجدل کی بجائے امن، محبت وبھائی چارے کے فروغ اور معاشرتی استحکام کی خاطر بجائے مطالبہ کے حقوق کی ادائیگی کا درس دیا گیا ہے-

اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں کی توصیف کرتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے، "ویؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة"[1] ترجمہ: اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت ہی کیوں نہ گذری ہو-

لیکن 'ایثار' مجبوری کی وجہ سے حق سے دستبردار ہونے یا کسی کے ڈر سے اس کے مطالبے کو ترک کرنے کا نام نہیں اور اگر کسی کو اس حالت کا سامنا ہو تو آپ ﷺ کے ارشاد "أنصر أخاك ظالما أو مظلوما"[2] ترجمہ "اپنے بھائی کی مدد کر چاہے ظالم ہو کہ مظلوم " کے مطابق ظالم کو ظلم سے روکنا اور مظلوم کی داد رسی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے متاثرہ شخص کو حق کے تحفظ کے لیے ارباب اقتدار تک فریاد پہنچانے کا حکم دیتے ہوئے

فرمایا "وتدلوا بهاالى الحكام لتأكلوا فريقامن أموال الناس بالأثم"[3] ترجمہ: اور نہ ان کا مقدمہ حاکموں کے پاس اس غرض سے لے جاؤ کہ لوگوں کے مال کا کوئی حصہ جانتے بوجھتے ہڑپ کرنے کا گناہ کرو'' اگرچہ یہ آیت امرءالقیس بن عابد الکندی اور ربیعۃ بن عبدان الخضرمی کے زمین کے تنازعے کے بارے نازل ہوئی جو اپنا فیصلہ نبی کریم ﷺ کے پاس لائے- چنانچہ آپ نے فرمایا، گواہ ہے؟ انہوں نے کہا نہیں- آپ نے فرمایا قسم اٹھاؤ، لیکن قسم کے ذریعے اگر یہ زمین لوگے تو ظلم کروگے- اس پر یہ آیت نازل ہوئی[4] لیکن خاص پس منظر کے باوجود آیت اپنے عموم پر ہے- چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: الخطاب بهذه الاية يتضمن جميع أمة محمد صلى الله عليه وسلم[5] ترجمہ: اس آیت میں خطاب تمام امت محمدیہ کو شامل ہے- آیت کریمہ میں مذکور "تدلو" کا معنی کرتے ہوئے صاحب بحر المحیط فرماتے ہیں: "الأسراع بالخصومةفي الأموال الى الحكام"[6] ترجمہ: مالی مقدمات کی پیروی کے لیے حکام کے پاس جانے میں جلدی کرنا- اور علامہ ماوردی "لتأكلوا" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ثلاثة اوجه احدهابالجحودوالثاني بشهادةالزوروالثالث برشوة الحكام"[7] ترجمہ: "مال کھانا تین طرح سے ہے- پہلا انکار سے، دوسرا جھوٹی گواہی سے، تیسرا حکام کو رشوت دینے سے"- لیکن حق ثابت کرنے کے لیے صرف دعوی ہی کافی نہیں بلکہ دعوے پر دلائل کا ہونا بھی ضروری ہے- چنانچہ ابن عباسؓ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: " لوأعطي الناس بدعواهم لادعى ناس دماءرجال وأموالهم ولكن البينة على المدعي واليمين على من انكر[8] "ترجمہ: "اگر لوگوں کو محض دعوی کی بنا چیزیں دی جائیں تو وہ لوگوں کے خون اور مالوں کا مطالبہ شروع کردیتے"- علامہ سرخسیؒ اس حدیث میں" ولكن البينة على المدعي"کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: " يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا يَسْتَحِقُّ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى"[9] ترجمہ: یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ انسان محض دعوی کی وجہ سے کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا- چنانچہ ملا علی قاریؒ بِدَعْوَاهُمْ: کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "بِمُجَرَّدِ دَعْوَاهُمْ مِنْ غَيْرِ بَيِّنَةٍ لِلْمُدَّعِي، أَوْ تَصْدِيقٍ مِنَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ" [10] ترجمہ: "صرف دعوی سے (حق ثابت نہیں ہوتا جب تک) مدعی کے پاس دلیل نہ ہو یا مدعی علیہ کی تصدیق نہ ہو"-

لفظ دعوی کی تحقیق:

لفظ دعوی ادعا سے ماخوذ ہے جس کی جمع دعاوی بالفتح یا بالکسر ہے لغوی اعتبار سے متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے

ا۔ بمعنی تمنی وطلب جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے "ولہم مایدعون [11] "ترجمہ:"اور ان کے لیے ہر وہ چیز ہو گی جس کی وہ تمنا کریں گے "اسے دعوی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے مدعی علیہ کو فیصلے کے لیے بلایا جاتا ہے

۲۔ کبھی دعا کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "دعواهم فيها سبحنك اللهم"[12] ترجمہ: دعا ان کی جنت میں ہو گی کہ پاکیزہ تیری ذات اے اللہ

۳۔ اور کبھی گمان کے معنی میں ہوتا ہے جس طرح نبوت کے جھوٹے دعویدار کو مدعی نبوت کہا جاتا ہے [13] ا

اور اصطلاح میں دعوی کہا جاتا ہے "إِخْبَارٌ عَنْ وُجُوبِ حَقٍّ عَلَى غَيْرِهَا عِنْدَ حَاكِمٍ"[14] ترجمہ:"دوسرے پر اپنے حق کے لازم ہونے کی خبر حاکم کے پاس دینا" تعریف میں اگرچہ ذکر توم حاکم کا ہے لیکن مراد قائمقام یا ہر وہ شخص ہے جس کا فیصلہ مانا جاتا ہو چنانچہ شارح مغنی علامہ ہیثمی حاکم کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں " وَمَا فِي مَعْنَاهُ وَهُوَ الْمُحَكَّمُ وَالسَّيِّدُ كَمَا يَأْتِي وَذُو شَوْكَةٍ إذَا تَصَدَّى لِفَصْلِ الْأُمُورِ بَيْنَ أَهْلِ مَحَلَّتِهِ"[15] ترجمہ:"مراد حاکم یا اس کا قائمقام، ثالث، قوم کا سربراہ، اور ہر ایسا صاحب اختیار جو علاقے کے فیصلے کرنے والا ہو"

اقسام دعوی:

یوں تو دعوی کی بہت قسمیں ہیں لیکن ان کا حاصل چار ہیں:

ا۔ صحیح: جس میں صحت کی تمام شرطیں پائی جاتی ہوں

۲۔ باطل: جس کی شرائط میں اصلا و وصفا دونوں لحاظ سے نا قبل اصلاح خامیاں پائی جاتی ہوں

۳۔ فاسد: جس کے وصف میں قابل اصلاح خامی پائی جاتی ہو [16]

۴۔ وہ دعوے جو صحیح تو ہوں لیکن حاکم کی طرف سے ان کے سننے کی ممانعت ہو مثلا وہ پرانے مقدمات جو بروقت دائر نہ کیے گئے ہوں

دعوی کے صحیح ہونے کی شرائط درجہ ذیل ہیں

ا۔ مدعی اور مدعی علیہ دونوں عاقل ہوں

۲۔ مدعی بہ معلوم ہو مجہول نہ ہو شوافع کے ہاں اقرار اور وصیت میں مجہول دعوی بھی سنا جا سکتا ہے [17]

۳۔ دعوی عدالت میں کیا گیا ہو

۴۔ قرض کے دعوے میں جنس اور مقدار معلوم ہو

۵، زمین کے دعوے میں حدود اربعہ کا ذکر ہو[18]

٦۔ وہ چیز پائی جاتی ہو یعنی عقلا یا عرفا محال نہ ہو اس لیے عادۃ محال عقلا محال ہوتی ہے یہ شرط ابن نجیمؒ[19] نے ذکر کی ہے

البتہ اس کے ارکان دو ہی ہیں مطلوبہ چیز شدت سے طلب کرنا اور چیز کی نسبت اپنی طرف کرنا[20]

دعوی کے مراتب:

ا۔ ایسا غیر متحقق دعوی جسے مدعی ثابت نہ کر سکتا ہو اسے نہ تو سنا جاسکتا ہے اور نہ منکر سے قسم کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ جس دعوے کی تکذیب عرف کرے اسے بھی نہیں سنا جاسکتا۔ جیسے کسی صالح آدمی پر تہمت لگائی گئی ہو

۳۔ وہ دعوی جو قابل سماعت ہو اور گواہوں کا مطالبہ کیا جاسکے اور انکار کی صورت میں قسم بھی دی جاسکتی ہو مثلا شراکت وغیرہ کا مقدمہ

۴۔ دعوی سنا بھی جائے اور نفس دعوی سے قسم دی جاتی ہو اور پانچ طرح کے مقدمات میں ہوتا ہے

کاریگر پر کسی چیز کے بنوانے کا دعوی۔ متہم آدمی پر چوری کا دعوی۔ مرنے والا کسی پر قرض کا دعوی۔ یا غریب آدمی کسی کے پاس امانت رکھوانے کا دعوی[21]

مدعی اور مدعی علیہ دعوی کے دو ایسے بنیادی کردار ہیں جن پر دعوی موقوف ہوتا ہے اور کی پہچان اس قدر مشکل اور ضروری ہے کہ سعید بن مسیب فرماتے ہیں "من عرف الْمُدَّعِي وَالْمُدَّعى عَلَيْهِ لم يلتبس عَلَيْهِ مَا يحكم بَينهمَا"[22] ترجمہ: "جس نے مدعی اور مدعی علیہ کو پہچان لیا وہ اس مشکل میں نہیں ہوگا کہ ان میں کس طرح فیصلہ کرے" اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں "وَمَعْرِفَةُ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا مِنْ أَهَمِّ مَا يُبْتَنَى عَلَيْهِ مَسَائِلُ الدَّعْوَى"[23] ترجمہ: "اوران دونوں میں فرق سمجھنا ان اہم مباحث میں سے ہے جس پر دعوی کے بہت سے مسائل کی بنا ہے" اسی وجہ سے ان کی تعریف میں فقہاء سے مختلف اقوال منقول ہیں بعض کے ہاں جسے مقدمہ پر مجبور نہ کیا جائے مدعی اور مجبور ہونے والا مدعی علیہ ہوتا ہے یا اپنے لیے کسی چیز کا مطالبہ کرنے والا مدعی اور دفاع کرنے والا مدعی علیہ ہوتا ہے یا دوسرے کی ملکیت میں پائی جانے والی چیز کی خبر اپنے لیے دینے والا مدعی اور اپنی ملکیت میں موجود چیز کی خبر اپنے لیے دینے والا مدعی علیہ کہلاتا ہے[24]

حکم:

دوو صحیح دعوی سے احکام متعلق ہوتے ہیں مثلا مثبت یا منفی جواب طلب کرنا، مقابل کو عدالت میں حاضر کرنا ،قسم دینا، مدعی علیہ کی خاموشی کو انکار تصور کرنااور دعوی فاسد ہونے کی صورت میں مدعی علیہ اس کا انکار کرکے تصحیح کا مطالبہ کرے گا اس کے بعد سماعت کی جائے گی اور باطل دعوے سے تو احکامات ہی متعلق نہیں ہوتے [25] اور وہ پرانے دعوے جن کی سماعت پر حاکم کی جانب سے پابندی لگائی گئی ہو اس میں تفصیل ہے کیونکہ مدت کی دو قسمیں ہیں

اجتہادی مدت: جس کی مدت احناف کے متقدمین فقہانے 35 متاخرین نے 36 اور ایک بعض نے 15 سال مقرر کی ہے [26] جب کہ مالکیہ نے اسے جہاد کے حکم پر قیاس کرتے ہوئے اس کے لیے 10 سال کی مدت ذکر کی ہے [27] کیونکہ جہاد کا حکم دس سال بعد نازل کیا گیا تھا جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ دس سال اتمام حجت کے لیے کافی ہے اس کا حکم یہ ہے اس کے گذر جانے کے بعد دعوے کی سماعت مطلقا ممنوع ہو گی اگرچہ حاکم ان کی سماعت کا حکم دے"ثمَّ لَا يَخْفَى أَنَّ هَذَا لَيْسَ مَبْنِيًّا عَلَى الْمَنْعِ السُّلْطَانِيِّ بَلْ هُوَ مَنْعٌ مِنْ الْفُقَهَاءِ فَلَا تُسْمَعُ الدَّعْوَى بَعْدَهُ وَإِنْ أَمَرَ السُّلْطَانُ بِسَمَاعِهَا"[28] پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ممانعت حاکم کی طرف سے نہیں بلکہ فقہاء کی طرف سے ہے اس کے بعد دعوے کی سماعت نہیں کی جائے گی اگرچہ حاکم اس کی سماعت کا حکم دے "لیکن یہ ممانعت ایسے مقدمات میں نہیں ہوگی جن کا فائدہ عمومی طور پر لوٹایا جاسکتا ہو صاحب شرح المجلۃ فرماتے ہیں "لَا اعْتِبَارَ لِمُرُورِ الزَّمَنِ فِي دَعَاوَى الْمَحَالِّ الَّتِي يَعُودُ نَفْعُهَا لِلْعُمُومِ"[29] مثلا ایک آدمی چالیس پچاس سال زمین میں کھیتی باڑی کرتا ہو زمین اس کے قبضے میں ہو اس کے بعد وہاں کے لوگ اس کے وقف ہونے کا دعوی دائر کردیں تو یہ دعوی سنا جائے گا

حاکم کی طرف سے مقرر کی گئی مدت: پہلی قسم کی طرح اس کی مقدار بھی متعین نہیں صحیح یہی ہے کہ حاکم کی صوابدید اور دعوے کی نوعیت پر موقوف ہے پہلی بات کی تائید امام مالکؒ کے اس قول سے ہوتی ہے جو علامہ طرابلسیؒ نے ذکر کیا ہے"أَنَّهَا لَا تُحَدَّدُ بِسِنِينَ مُقَدَّرَةٍ بَلْ بِاجْتِهَادِ الْإِمَامِ "[30] اوردوسری بات کی تائید علامہ عبدریؒ کی اس وضاحت سے ہوتی ہے جو وہ اجتہادی مدت میں پندرہ سال کا قول ذکر کرنے کے بعد کرتے ہیں"وَقَالَ: هَذَا فِي الدُّورِ وَالْأَرْضِينَ، وَأَمَّا غَيْرُهَا مِنْ ثِيَابٍ أَوْ حَيَوَانٍ أَوْ عَبْدٍ فَذَلِكَ أَقْصَرُ مُدَّةٍ وَكُلُّ شَيْءٍ بِحَسَبِهِ وَقَدْرِهِ، فَالثِّيَابُ السَّنَةُ وَالسَّنَتَانِ فِيهَا حِيَازَةٌ إذَا لُبِسَتْ" [31] استطاعت کے باوجود حق کے مطالبے میں ٹال مٹول اس چیز کے مالک نہ ہونے کے شبہے کو تقویت دینے کے لیے کافی ہے اس لیے قاضی اس قسم کے دعوؤں کی سماعت کا مجاز نہیں ہوگا اور سماعت کی صورت میں فیصلہ نافذ نہیں کیا

جائے گا[32] البتہ مقررہ مدت کے بعد حاکم خود یا قاضی حاکم کی اجازت سے اس طرح کے دعوؤں کی سماعت کرے گا علامہ ابن عابدین اپنے استاد علامہ منقاری کے بارے لکھتے ہیں کہ جب ان سے ایسے فیصلوں کی ممانعت کے بارے پوچھا گیا تو آپؒ نے فرمایا" "لایستمر ذلک أبداً بل إذا أطلق السماع للممنوع بعد المنع جاز وکذا لو ولی غیرہٗ وأطلق له ذلک یجری علی إطلاقهٖ فیسمع کل دعویٰ"[33] ترجمہ: یہ ممانعت ہمیشہ کے لیے نہیں ہوگی بلکہ ممانعت کے بعد جب سماعت کی اجازت مل جائے اس کی سماعت جائز ہو جائے گی اسی طرح اگر اس کی سماعت کسی اور کے حوالے کی جائے تو یہ اجازت اپنے اطلاق پے ہوگی اور تمام مقدمات سنے جائیں گے"

مقدمات میں تحدید کے جواز کے دلائل:

مقدمات کی تحدید کے جواز پر فقہاء جنگ موتہ کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ نافعؒ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں جنگ موتہ میں لشکر کا امیر مقرر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا"إِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ، وَإِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ"[34] ترجمہ "اگر زید قتل کر دیے جائیں تو تو جعفرؓ اور ان کے قتل کیے جانے کے بعد عبداللہ بن رواحہؓ امیر ہونگے" علامہ عینیؒ اس سے مسائل کا استنباط ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وَفِيه جَوَاز تَعْلِيق الْإِمَارَة بِشَرْط"[35] ترجمہ: "اور اس سے امارت کو شرط سے معلق کرنے کا جواز معلوم ہو رہا ہے" ابن عابدینؒ اسی واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں"والقضاء یجوز تخصیصه وتقییدہ بالزمان والمکان"[36] ترجمہ: قضا کی تخصیص زمان ومکان کے ساتھ کرنا جائز ہے" علامہ منقاریؒ اپنے دور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "إن السلاطین یأمرون قضاتهم جمیع ولاتهم أن لا یسمعوا دعویٰ بعد مضی خمس عشرۃ سنة"[37] ترجمہ: بیشک حکمران اپنے قاضیوں کو پندرہ سال کے دعوی سننے سے پوری سلطنت منع کرتے ہیں "یہی وجہ ہے کہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں کہ قاہرہ میں مجھ سے ایسے بہت سے مقدمات جن پر پندرہ سال کا وقت بیت چکا تھا کے بارے پوچھا گیا تو میں نے ان کی عدم سماعت کا حکم دیا اور حاکم کے لیے ایسے فیصلوں کی سماعت کی مخالفت بھی کی[38] ایک اور حدیث میں زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا"مَنِ احْتَازَ شَيْئًا عَشْرَ سِنِينَ فَهُوَ لَهُ"[39] "جس نے کوئی چیز دس سال تک رکھی یہ اسی کی ہوگی" ان احادیث کی وجہ سے فقہاء نے حیلوں، بہانوں کے قلع قمع کرنے کے لیے دعوؤں کی تحدید کو جائز تو قرار دیا ہے جس طرح کہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں "وَسَبَبُ النَّهْيِ قَطْعُ الْحِيَلِ

وَالتَّزْوِیر"[40] یہی وجہ ہے کہ مدعی علیہ کے اعتراف کی صورت میں دعوی کسی بھی وقت سنا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں جھوٹ کا احتمال نہیں ہوتا

اس طرح کی پابندیوں سے حق ساقط نہیں ہوتا:

اس طرح کی پابندیوں کا مقصد نظم وضبط کا بحال رکھنا ہوتا ہے اس لیے ان میں حکمرانوں کی اطاعت لازم ہوتی ہے لیکن اس سے حق بالکل ساقط نہیں ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "لَا یَبْطُلُ حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ وَإِنْ تقدمَ"[41] ترجمہ: کسی بھی مسلمان کا حق باطل نہیں ہوتا اگرچہ وہ پرانا ہی کیوں نہ ہو" اگرچہ یہ حدیث مشہور کتابوں میں تو نہیں پائی جاتی لیکن فقہی قواعد اور فقہا کے اقوال سے اس کی تائید ہوتی ہے "الْحَقُّ لَا یَسْقُطُ بِتَقَادُمِ الزَّمَانِ"[42] ترجمہ: حق ساقط نہیں ہوگا زمانے کے گذرنے کے ساتھ اسی قاعدہ کی تشریح کرتے ہوئے قاضی ابو یعلیؒ فرماتے ہیں اگر کسی نے نظر مانی اور اس پر وقت گذر گیا تو اس نذر کا پورا کرنا اس پر لازم ہے اس لیے کہ " حق واجب؛ فلم یسقط بمضي الوقت"[43] ترجمہ: یہ حق واجب ہے جو وقت گذرنے سے ساقط نہیں ہوتا اور اسی کو الموسوعۃ میں اختیار کیا گیا ہے "اتَّفَقَ الْفُقَهَاءُ عَلَى أَنَّ الْحَقَّ لاَ یَسْقُطُ بِالتَّقَادُمِ"[44] ترجمہ: فقہا کا اس پر اتفاق ہے تقادم کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا" اور ابن نجیمؒ تو اس طرح کے فیصلوں کو سرے سے درست ہی نہیں مانتے وہ فرماتے ہیں " أَنَّ مِنْ الْقَضَاءِ الْبَاطِلِ الْقَضَاءَ بِسُقُوطِ الْحَقِّ بِمُضِيِّ سِنِینَ"[45] اور اسی کو ابن عابدینؒ نے رد مختار کے تکملے میں اختیار کیا ہے[46] اور اگر کوئی قانون سے لاعلمی کا عذر پیش کرکے مقدمے کو سماعت کے لیے پیش کرے تو پھر بھی وہ مقدمہ نہیں سنا جائے گا علامہ زرقا اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "أَن الْجَهْل بالقانون لَیْسَ عذرا، لِأَن الرّعیة مکلفة أَن تعلم بِهِ بعد إعلانه، وَإِلَّا لتعذرکل إِنْسَان بِالْجَهْلِ للتخلص من طائلة القانون"[47] ترجمہ: قانون سے ناواقف ہونا عذر نہیں ہے کیونکہ کسی قانون کے اعلان کے بعد رعایا پر اس قانون کا سیکھنا ضروری ہو جاتا ہے اگرنہ ہر انسان ناوقفیت کا عذر پیش کرکے قانون سے بچنے کی کوشش کرے گا

خلاصہ بحث

اسلامی تعلیمات میں حقوق کی جنگ لڑنے کی بجائے ادائے گی کی رغبت تو دلاتا ہے لیکن خوف کی بنا پر حق سے دستبردار ہونے والے کی حوصلہ افزائی بھی نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ حق طلب کرنے کے لیے جلد از جلد عدالت کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ دعوی میں تاخیر سے اگر حق باطل نہیں ہوتا تو کمزور ضرور پڑ جاتا ہے اور عدلیہ درست مقدمہ کی سماعت کی مجاز ہوتی ہے اگر حاکم نظم وضبط کی بحالی کے لیے دعوے کی سماعت

کے لیے مدت مقرر کرنا چاہے تو اسے یہ اختیار حاصل ہے جس کی تائید آپ ﷺ کی احادیث فقہاء کی تشریحات اورامت کے تعامل سے ہوتی ہے البتہ تعیین دوطرح سے ہے

اجتہادی مدت: جس کو فقہاء منصوصی سمجھتے ہیں اس کے گزر جانے کے بعد سماعت قطعا ناجائز ہوگی اور کوئی کرلے تو فیصلہ نافذ نہیں کیاجائے گا اگرچہ حاکم کی اجازت سے کیوں نہ ہو

حاکم کی جانب سے مقرر کی گئی مدت: جو راجح قول کے مطابق حاکم کی صوابدید پر موقوف ہے کے گذرنے کے بعد ان کی سماعت حاکم کی اجازت سے مشروط ہوگی خواہ یہ سماعت حاکم خود کرے یا کسی کے ذمہ لگائے دونوں طرح درست ہے اگر اس مدت کے دوران قاضی حاکم کی اجازت کے بغیر ممنوعہ مقدمات کی سماعت یا فیصلہ کرلے تو سماعت غیر قانونی ہوگی اور فیصلہ نافذ نہیں کیاجائے گاگے کیونکہ اس میں ایک طرف توحاکم کے حکم کی خلاف ورزی ہے جو قاضی کے لیے جائز نہیں اور دوسرا حاکم کو قضاء کے منصب کو زمان ومکان سے مقید کرنے کا حق حاصل ہے جس کا مقصد حیلوں بہانوں کے ساتھ جھوٹ کا سد باب ہوتا ہے اس لیے متعینہ مدت کے گزر جانے سے حق ساقط نہیں ہوگا یہی وجہ ہے کہ پنچائیت کے لیے اس طرح کے مقدمات کی سماعت اور فیصلہ کرنادونوں جائز ہے اس طرح تحریری ثبوت یا قاضی کی مجلس میں اقرار کیا گیاہو تو قاضی کے لیے ایسے فیصلوں کی سماعت جائز ہے

حواشی

[1] القرآن، الحشر, آیت 9

[2] البخاری، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله الجعفي، صحیح البخاری، ناشر دار طوق النجاۃ، طبعہ اولی,1424ھ، حدیث نمبر 2443

[3] القرآن، البقرۃ، آیت 188

[4] الخازن، علاءالدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي أبوالحسن، تفسیر خازن، دار الکتب العلمیۃ، طبعہ اولی- 1415ھ ج 1/119

[5] القرطبی، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين، الجامع لأحكام القرآن، دار الکتب المصریہ طبعۃ ثانیہ- 1964، ج 2/338

[6] ابوحیان، محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان أثير الدين الأندلسي، ناشر: دار الفکر-بیروت، طبعہ، نامعلوم 1420ھ-226

[7] الماوردی، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، تفسير الماوردي، دار الکتب العلمیہ، سنہ نامعلوم، ج 1/249

[8] النسائی، ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب، سنن کبریٰ للنسائی، مؤسسۃ الرسالۃ، طبعہ اولی,2001، حدیث نمبر 5951

[9] السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل، المبسوط الناشر: دار المعرفہ بیروت، 1993م، ج 17/29

[10] القاري، علي بن محمد، أبو الحسن نور الدين، ناشر: دار الفکر، بیروت، طبعۃ: أولى، 2002، ج 6/2439

[11] القرآن، یس، آیت،57

[12] القرآن، یونس، آیت،10

[13] الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، طبعہ ثانیہ، دارالسلاسل الکویت، ج20/270

[14] الشربيني، شمس الدين، محمد بن أحمد الخطيب، مغني المحتاج إلى معرفه معاني ألفاظ المنهاج، دار الكتب العلميه، طبعه أولى، 1415ھ-1994م، ج6/399

[15] الهيتمي، أحمد بن محمد بن علي بن حجر، الناشر: المكتبہ تجاریہ الکبری مصر، 1983، ج10/285

[16] ملا خسرو، محمد بن فرامرز بن علي، درر الحكام شرح غرر الحكام، دار احياء الكتب العربية، طبعہ وسنہ نامعلوم، ج3/181

[17] القرافی، ابو العباس شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبد الرحمان، الذخیرۃ للقرافی، دار الغرب الاسلامی، طبعہ اولی 1994، ج11/6

18 فتاوی الہندیہ، ناشر: دار الفکر، طبعہ: ثانیہ، 1310ھ، ج4/13

[19] ابن نجيم، : زين الدين بن إبراهيم بن محمد، بحر الرائق، ناشر: دار الكتاب الإسلامي، طبعہ وسنہ نامعلوم، ج7/227

[20] عثمان، محمد رأفت، النظام القضائي في الفقه الإسلامي، ناشر دار البيان، طبعة: ثانية-1994، ص217

[21] الكلبي، أبو القاسم، محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الله، ابن جزي الغرناطي، القوانين الفقهية، نامعلوم، ص/319

[22] القوانین الفقہیہ 1/197

[23] العینی أبو عبد الله، محمد بن محمد بن محمود، العنایہ شرح الہدایہ، ناشر: دار الفکر، نامعلوم، ج8/154

[24] الكاساني، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ناشر دار الكتب العلمية، طبعہ: ثانیہ 1986، ج6/224

[25] فتاوی الہندیہ، ج4/3

[26] ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز، رد المحتار على الدر المختار، ناشر، دار الفکر بیروت، طبعہ: ثانیہ، 1992، ج5/422

[27] القرافي، أبو العباس شهاب الدين أحمد بن إدريس بن عبد الرحمن، الذخيرة، ناشر دار الغرب الإسلامي، طبعہ أولى، 1994، ج11/13

[28] رد المحتار على الدر المختار، ج5/422

[29] مجلة الأحكام العدلية، ج1/337

[30] الطرابلسي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن محمد بن عبد الرحمن، مواهب الجليل في شرح مختصر خليل، ناشر دار الفكر، طبعہ ثالثہ، 1992، ج6/223

[31] أبو عبد الله المواق، محمد بن يوسف بن أبي القاسم بن يوسف العبدري، التاج والإكليل لمختصر خليل، ناشر دار الكتب العلميہ، طبعہ اولی، 1994، ج8/258

[32] داماد أفندي، عبد الرحمن بن محمد بن سليمان، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ناشر دار إحياء التراث العربي، نامعلوم، ج2/171

[33] مجموعہ رسائل ابن عابدین، رسالہ تنبیہ الولاۃ والحکام، مکتبہ عثمانیہ کانسی روڈ کوئٹہ، ص349۔

34 صحیح البخاری، حدیث نمبر 4261

35 العینی، بدر الدین، أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین، عمدة القاري شرح صحیح البخاري، ناشر دار إحیاء التراث العربي، نامعلوم، ج17/268

36 ابن عابدین محمد ابن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی، تنقیح الحامدیہ، المکیتہ الحقانیہ، پشاور، ج2/5، ودر مختار، ج8/117۔

37 ابن عابدین السید محمد امین افندی، مجموعہ رسائل ابن عابدین، رسالۃ تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام اواحد اصحابہ الکرام، مکتبہ عثمانیہ کانسی روڈ کوئٹہ، ص349۔

38 بحر الرائق، ج7/228

39 الجستانی، أبو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الأزدي، المراسیل، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، طبعہ: اولی، 1408، حدیث نمبر 294

40 رد المحتار علی الدر المختار، ج5/420

41، القرشي، أبو محمد عبد اللہ بن وهب بن مسلم، موطأ عبد اللہ بن وہب، نامعلوم، باب قضایا فی البیوع، حدیث نمبر 328، ومنح الجلیل شرح مختصر خلیل، ناشر: دار الفکر، 1989، ج8/572

42 ابن نجیم، زین الدین بن إبراهیم بن محمد، أصول الفقه والقواعد الفقهیة، اشر: دار الکتب العلمیة، طبعة: الأولی، 1999/188

43 قاضي أبو یعلی، محمد بن الحسین بن محمد بن خلف ابن الفراء، العدة في أصول الفقه، بدون ناشر، طبعة: الثانیة، 1990، /295

44 الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج24/9

45 البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج7/228

46 بابن عابدین، علاء الدین محمد بن عمر بن عبد العزیز، قرة عین الأخیار لتکملة رد المحتار، ناشر: دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، ج8/97

47 الزرقا، أحمد بن الشیخ محمد، شرح القواعد الفقهیة، لناشر: دار القلم–دمشق، الطبعة: الثانیة، 1409ھ - 1989، ص/483